ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر رقیہ بانو
صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی بنوں
سلمی
لیکچرار شعبہ اردو، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونیورسٹی، پشاور
شبنم بی بی
ایم فل اردو سکالر، قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی ڈی آئی خان کیمپس

اشفاق احمد کے افسانوں میں آفاقی موضوعات و مسائل

Dr Ruqia Bano
Head of Urdu Department, University of Science and Technology, Bannu.
Salma
Lecturer of Urdu department, Shaheed BeNazir Bhutto Women University, Peshawar.
Shabnam Bibi
M.Phil. Scholar Urdu, Qurtuba University of Technology, D.I.khan Campus

Ashfaq Ahmad ky Afsano Main Afaqi Mauzowat o Masail

Ashfaq Ahmad is a prominent fiction writer of Urdu. He belongs to Lahore, Pakistan. This article introduces universal aspect of Ashfaq Ahmad's short stories. He explains the factor and zealots of society in his short stories that how these issues and problems effect the individual and whole community. He didn't just disclose these problems even he also gave suggestions for solve these problems.

Key Words: *Universal aspects, Zealots, Society, Community, Problems, Solutions.*

اشفاق احمد کا نام اردو ادب میں ایک الگ دبستان کی حیثیت رکھتا ہے اردو نثر میں انہوں نے تمام اصناف پر طبع آزمائی کی اور ہر میدان میں مہارت کے ساتھ قارئین، سامعین اور شائقین کے دلوں میں جگہ بنائی۔ نظم ہو یا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

نثر ہر صنف میں جہاں انھوں نے کمال کے جوہر دکھائے وہیں پر بنی نوع انسان کے لیے آسانیاں اور خیر تقسیم کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو ہر تخلیق کے اظہار میں عیاں ہوتا ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اشفاق احمد کی حقیقت پسندی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> "اشفاق احمد کی افسانہ نگاری کی کیا صورت ہے؟میرا جواب ہے کہ وہ ایک حقیقت پسند افسانہ نگار ہیں۔"(۱)

اشفاق احمد متنوع الجہات شخصیت کے مالک تھے۔وہ ایک افسانہ نگار، سکرپٹ رائٹر،ڈراما نگار، داستان گو ،مقرر، صدا کار، مزاح نگار، تجزیہ نگار، کالم نگار، شاعر ،مترجم، فلاسفر، مفکر اور صوفی تھے ان کی شخصیت ان تمام عناصر کا مجموعہ تھی۔ان کی شخصیت کا تعارف عطاء الحق قاسمی نے ان الفاظ میں کیا۔

> "اشفاق احمد واحد نہیں رہے بلکہ جمع ہو گئے ہیں تو صورتِ حال یہ ہے کہ سبھی ادب کے قارئین صرف افسانہ نگار اشفاق احمد کو جانتے تھے۔ اب بہت عرصے سے وہ صرف افسانہ نگار نہیں، ٹیلی ویژن کے ڈراما نگا، ریڈیو کے تلقین شاہ، پنجابی کے شاعر، اعلیٰ درجہ کے مقرر، زبردست قسم کے داستان گو نیز مفکر اور فلاسفر کے علاوہ ماہر روحانیت، ماہر معاشیات، ماہر سماجیات، حتیٰ کہ ماہر جنسیات کے حیثیت بھی اختیار کر چکے ہیں اور جو آخری اعزاز ہے۔یہ عمر کے ایک خاص حصے میں انسان کو نصیب ہوتا ہے"(۲)

اشفاق احمد نے اپنے افسانوں میں آفاقیت کے موضوعات و مسائل کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ وہ کڑواہٹ جو افسانوں میں عام نظر آتی ہے ان کے افسانوں میں شیرینی کی صورت اختیار کر لیتی ہے ایک میٹھا سا درد اور کرب پڑھنے والوں کو اندر سے جھنجھوڑ کر رکھ دیتا ہے لیکن انتشار کی صورت اختیار نہیں کرتا۔

آفاقیت کی بہترین مثال انسانی زندگی ہے جو ازل سے جاری و ساری ہے۔اس دنیا میں کون کب آتا ہے اور کون کب جاتا ہے۔اس کا علم کسی کو نہیں۔ایسے تمام موضوعات یا مسائل جو پوری دنیا کو درپیش ہوں آفاقی کہلاتے ہیں۔

اشفاق احمد کے افسانوں میں غربت اور پسماندگی ایسا بڑا اور عالمگیر مسئلہ ہے جو دنیا کے ہر کونے میں موجود ہے۔کوئی ملک چاہے کتنا ہی جدید اور ترقی یافتہ کیوں نہ ہو جائے اس میں کوئی نہ کوئی فرد ایسا ضرور ہوتا ہے جو غربت اور پسماندگی کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

اشفاق احمد نے دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے اپنے افسانوں میں ایک مثالی معاشرہ پیش کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ جس سے دنیا میں امن و سکون قائم کرنے کے امکانات روشن ہو سکتے ہیں۔اشفاق احمد کے بارے میں طاہر مسعود کی یہ رائے ملاحظہ کیجیے:

> "اشفاق احمد کو قدرت نے قلم اور گویائی دونوں کا بے مثال ملکہ عطا کیا تھا اوراپنی ان صلاحیتوں کو انہوں نے مخلوقِ خدا کے دکھوں کی عکاسی اور ان کی رہنمائی میں کھپا دیا۔ لکھ پڑھ کر اور ادیب و دانش ور بن کر عام قاعدے کے مطابق ان کا رشتہ و رابطہ اپنے دیہاتی اور گنوار عوام سے منقطع نہیں ہوا تھا اس کے برعکس وہ ساری زندگی ان ہی کے احساسات ومشاہدات کی ترجمانی کرتے رہے بلکہ میں یہاں تک کہوں گا کہ وہ ناخواندہ، اجڑ اور ناقابلِ التفات طبقے کو گلیمرائز کرتے رہے اور اپنے سننے والوں کو مجبور کرتے رہے کہ وہ اس طبقے کو تعظیم دیں۔ ایسی انوکھی بات کسی اور دانشور میں دیکھنے میں نہ آئی۔اس لحاظ سے وہ بڑے متقی تھے۔"(۳)

"سنگ دل" ایک ایسا نمائندہ افسانہ ہے جس میں وہ تمام ترخوبیاں نظر آتی ہیں جو اس افسانے کو ایک الگ مقام دینے کے لیے کافی ہے۔یہ بات بھی درست ہے کہ یہ کہانی کئی بار سنائی جاچکی ہے مگر اشفاق احمد نے اس کہانی کو جو رنگ دیا ہے وہ بالکل منفرد اور انوکھا ہے اور پھر اس کہانی کا کردار "پمی" اپنی انسان دوستی کی بناء پر ہمیشہ کے لیے یادگار بن جاتا ہے۔

یہ کہانی بلا تخصیص مذہب وملت، انسانی ہمدردی، محبت وخلوص جیسے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔یہ کہانی محبت کی آفاقیت کی ترجمان ہے کہ محبت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔اور اس احساس کے لیے کسی مخصوص قوم کی ضرورت نہیں بلکہ انسان خواہ کسی بھی مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو انسانیت سے محبت کا احساس ضرور رکھتا ہے۔

پمی کو اپنی فکر نہ تھی۔وہ ہر تعصب سے بالاتر صرف درد کی زبان سمجھتی تھی اور اس کے لیے وہ خود کو بھی قربان کر چکی تھی۔یعنی اپنی محبت کو بھی الوداع کر دیتی ہے،اس سے بڑھ کر انسانی ہمدردی کی مثال اور کیا ہو گی۔وہ لکھتے ہیں کہ:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

"جہاں پمی کو اترنا تھا ،وہاں ٹرک رکا۔پمی نیچے اتری۔حسنا کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔میں نے ہولے سے کہا"پمی"وہ دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔میری آنکھیں دھندلا گئیں۔پھیکی پھیکی سوگوار چاندنی میں اس نے اپنا ہاتھ ہلایا۔پھر اس کے ہونٹوں میں جنبش پیدا ہوئی۔"الوداع"۔۔میرا سارا وجود دکھو کھلا ہو گیا۔الوداع،پمی۔"(۴)

اور یوں پمی اپنی محبت کو کھو کر ایک مغوی لڑکی کو بحفاظت اس کے وطن کی طرف روانہ کر دیتی ہے۔اس افسانہ کے توسط سے اشفاق احمد نے سرحد کے دونوں جانب کے لوگوں کے دلوں میں محبت، خلوص، ہمدردی اور ایثار و قربانی کی جو شمع روشن کی ہے۔وہ دلوں کی سیاہی نفرت کے داغ دھونے کے قابل قدر کاوش ہے۔

اشفاق احمد کے افسانے "فہیم" میں انھوں نے ایک ایسا انداز اختیار کیا ہے جو انوکھا اور منفرد ہے اس کہانی میں نانی اماں اپنے پوتوں اور نواسوں کو اُن کے نانا کے بارے میں بتاتی ہے کہ وہ کس طرح کا مزاج رکھتے تھے۔ اس کہانی میں نانی اماں کا کردار ضمنی ہونے کے باوجود بھی اُن کی خدمت گاری اور ہمدردی کی بہترین مثال نظر آتی ہے۔کہانی میں نانا کا کردار مرکزی مقام رکھتا ہے کیونکہ یہی انسانی ہمدردی کے لئے ایک علامت بن کر اُبھرتا ہے اُن کی ہمدردی کی ایک مثال کچھ اس طرح بیان ہوتی ہے۔

"کبھی کسی غریب عورت کو بال بچوں سمیت گھر میں لا بٹھایا کہ ان کی خدمت کرو میں کما کر لاؤں گا۔پھر جب تک وہ عورت رہتی نوکری ضرور کرتے۔اس کے بچوں کے لئے کپڑے بنوائے نہیں پڑھواتے اور جب کوئی اور وسیلہ اپنے سے بہتر کے لئے دیکھتے انہیں وہاں جانے کی تلقین کرتے"(۵)

نانا کا کردار انسانی ہمدردی کی ایک مثال ہے کہ مصیبت زدہ انسانوں کی مدد بلا تعصب کرنی چاہیئے فہیم کے نانا جی دوسروں کی مدد کے لئے اپنی نوکری بھی چھوڑ دیتے ہیں۔اور یہیں پر وہ ہمدردی کی زندہ علامت بن کر ابھرتے ہیں۔

اشفاق احمد نے افسانہ "رات بیت رہی ہے" میں محبت کی آفاقیت کو بیان کیا ہے کہ محبت کے سامنے تمام فیصلے، نظریات، مباحث، افکار دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں جس کام کے کرنے کے بارے میں کبھی انسان سوچتا بھی نہیں وہ کام محبت کے چھن جانے کا خوف اس سے کرواتا ہے اور یہ جذبہ کسی مخصوص رنگ، نسل، قوم یا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

مذہب کے لوگوں تک محدود نہیں ہوتا بلکہ پیٹر بھی اسی لیے امریکی فوج میں ہوا باز ہے کیونکہ اسکی محبوبہ مارگریٹ کی بھی یہی خواہش تھی، جب پیٹر اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہوتا ہے تو مارگریٹ کی تصویر کو قریب کر کے کہتا ہے کہ:-

> "مارگریٹ نے مجھے کہا تھا کہ مرد فوج میں بھرتی ہونے کے لیے پیدا ہوتے ہیں۔ دیکھو میری ٹوپی پہن کر کس قدر خوش نظر آتی ہے، اس سے ہوائی فوج سے انس تھا۔ اس کی تمنا تھی کہ میں ایک اچھا پائلٹ بن سکوں۔ میں پائلٹ تو بن گیا مگر شاید اچھا نہیں! یہ اکثر کہا کرتی تھی کہ جب تم وردی پہن کر میرے ساتھ پرنسٹن کی گلیوں میں چلا کرو گے تو ہر بری اور بحری فوجی ہمیں سلام کیا کرے گا۔ کاش اس کی یہ آرزو پوری ہو سکتی۔"(۶)

اشفاق احمد نے افسانہ "بابا" کی بنیاد انسانیت، انسانی محبت، ہمدردی اور عزت پر رکھی ہے۔ اس کہانی کے کردار محبت میں گندھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان سب میں تعصب کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی، انہیں رشتوں کا پاس ہے اور ایک دوسرے کے وجود کا احساس ہے۔ افسانے کی ابتداء میں ہی جب ایلن وحید کو جگاتی ہے تو اس کا منظر اشفاق احمد نے اس طرح پیش کیا ہے۔

> "ایلن اپنی مرمریں ناک کی گلابی پھننگ کو پیار سے وحید کے گالوں کے اس ریگ مال پر پھیرا اور دو کنکنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھ کر اس کو ہلانے لگی۔ در فتنہ باز ہوا۔ وحید نے ایلن کے گریبان سے باہر لٹکی ہوئی طلائی صلیب کو دیکھا اور اس سے اپنے ہونٹوں میں دبالیا۔ سورج کی کرن دبے پھر باہر نکل گئی"(۷)

افسانہ "فہیم" کے موضوع کو مزید تقویت اشفاق احمد نے اپنے افسانے "پناہیں" میں دی ہے افسانہ "فہیم" میں جہاں انہوں نے بچوں سے شفقت اور پیار کا سلوک کرنے کی تاکید کی ہے تو افسانہ "پناہیں" میں انہوں نے سختی اور ڈانٹ ڈپٹ اور طعنہ زنی کی وجہ سے پیدا ہونے والے منفی اثرات کو پیش کیا ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے سختی سے بچوں کو مارنے کی مذمت کی ہے۔ اور اس مار سے پیدا ہونے والے منفی اثرات کو بیان کیا ہے۔ آصف ایک ہنستا کھیلتا، شرارتی اور ذہین بچہ تھا، جو ماں باپ کی آپس کی چپقلش کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کہانی میں دوسرا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

موضوع یہ پیش کیا گیا ہے کہ والدین کے آپس کے تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے بچوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس اقتباس کو ملاحظہ کریں۔

> "اماں صرف جھڑکیوں اور گھرکیوں پر ہی اکتفانہ کرتیں۔ کبھی کبھار ایک آدھ طمانچہ یا دھموکا بھی لگا دیتیں اور پھر آصف سے تو انہیں خاص چڑ تھی۔ جو بیٹھے بٹھائے ابا کے ساتھ جانے پر راضی ہو گیا۔"(۸)

اس طرح باپ سے محبت کی وجہ سے آصف ماں کی ممتا سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور پھر جب اس کی ماں خاص طور پر اس کے ابا کو سنانے کے لیے تقریر کرتی ہے کہ جب آصف کے ساتھ جانے کے لیے ضد کرتا ہے اور ڈاکٹر صاحب رضامند نہیں ہوتے تو کہتی ہے کہ:-

> "کیا کرے گا وہاں جا کر؟ پہلے کون سی ایسی خاطر ہوئی جو اب پھر تیار ہو گیا ہے۔ ایک بار جو شرما شرمی لے گئے تو، تو اسی پر بھول بیٹھا۔ ذرا آئینہ میں اپنا حلیہ خود دیکھ ہلدی کی گانٹھ بنا ہوا ہے۔ دو دن بخار چڑھا اور اٹھا کر میرے پاس بھیج دیا۔ کسی کی بکری، کون ڈالے گھاس! باپ کا دل اور ایسا کٹھور۔۔۔۔ محلوں کے خواب دیکھے گا تو جھونپڑے کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔"(۹)

ماں اور باپ کے درمیان کی دوری بچے کے لیے منفی اثرات کا سبب بنتی ہے۔ ماں کا مقصد صرف شوہر کو سنانا ہے۔ بچے کی شخصیت پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں ماں اس سے بے خبر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی ہے اور پھر ڈاکٹر آصف کو اپنے ساتھ لے تو جاتے ہیں مگر بیوی کی باتوں کا سارا غصہ آصف پر نکالتے ہیں اس طرح والد کا رویہ بھی قابل مذمت ہے، ملاحظہ کریں:-

> "اس کے منہ سے مسلسل چیخوں کے علاوہ "ابا جی میری توبہ! ابا جی میری توبہ! لرز لرز کر نکل رہا تھا لیکن ڈاکٹر صاحب ایک ہی رفتار سے پیٹے جاتے تھے۔ حرام زادے، چغل خور لگائی بجھائی کرتا ہے۔ اس کمینی سے میری شکایتیں کرتا ہے۔ اب درست ہو جائے گا ذلیل انسان۔ کتے کی اولاد۔ سور کا بچہ۔۔۔۔۔ ایسی فطرت عورت میری منہ آئے۔ ایک سید ذادے کے منہ۔ جس نے آج تک کسی سے تو نہیں کہلوایا، تو نہیں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

کہلوایا، حرام زادے تو نہیں کہلوایا اور پھر ہر تو کے ساتھ کنڈے کی "ژوں" میں بھی اضافہ ہوتا گیا مگر ادھر سے وہی صدا بلند ہوتی۔ وہی "ابا جی میری توبہ، ابا جی میری توبہ" جو آہستہ آہستہ دیووں کے کنویں میں محبوس سیاہ آنکھوں والی آدم زاد کی سسکیاں بنتی گئی۔"(۱۰)

چار سال کے بچے کے ساتھ یہ اذیت ناک سلوک، جو بیوی کی تلخ باتوں کی وجہ سے آصف پر ٹوٹا تھا اس کی شخصیت کو مسخ کر رکھ دیتا ہے بقول اس کے والد کے "اب تو درست ہو جائے گا" تو وہ ایسا درست ہوا کہ باپ کی لاکھ کوششوں کے باوجود وہ آصف کی شخصیت کا اعتماد واپس نہ لوٹا سکے۔ جس کے بارے میں اشفاق احمد لکھتے ہیں کہ:

"اب ہسپتال میں نہ کوئی شرارت ہوتی تھی، نہ شور مچتا تھا۔ اسلم کی ماں نے کئی مرتبہ اسلم سے کہا کہ اپنے دوست کو بھی کہانیاں سنانے کے لیے لایا کر مگر دوست آتا تو اسلم لاتا۔ کئی بار اسلم نے ریت کے گھر بنانے کی تجویز پیش کی۔ پچھلے دنوں کی مزیدار کھیلیں یاد کرائیں۔ ہسپتال سے چیزیں چرانے کا لالچ دیا مگر وہ نہیں مانا۔"(۱۱)

اور یوں ایک ہنستا مسکراتا چہرہ اپنے بچپن کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتا ہے اور لاکھ کوشش کرنے کے باوجود اس میں وہ شوخی اور بچپن کی شرارتیں لوٹ کر نہیں آتیں۔ ڈاکٹر صاحب آصف کو پہلے کی طرح شوخ اور شرارتی دیکھنا چاہتے ہیں، اس کی شرارتوں سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں، اس سے باتیں کرنا چاہتے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کو کھوتے ہی چلے جاتے ہیں۔ آصف وہ مار کبھی بھول نہیں پاتا اور اس کی شخصیت کی ساری بے باکی، محبت، خلوص، دلیری اور اعتماد سب مار کی نذر ہو کر خوف میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی کوئی بھی کوشش اس کا کھویا ہوا اعتماد لوٹانے میں کامیاب نہیں ہوتی۔

اشفاق احمد نے اس افسانے میں بچوں کی نفسیات اور والدین کے آپسی تعلقات کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کو موضوع بنایا ہے کہ زیادہ سختی اور مار پیٹ بچوں کی شخصیت پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس افسانے کے موضوع کو اس لیے آفاقی حصہ میں رکھا گیا ہے کیونکہ دنیا بھر کے بچوں اور ان کے والدین کے لیے اشفاق احمد نے یہ پیغام دیا ہے کہ بچوں کی شخصیت پر کون سے رویے منفی اثرات ڈالتی ہے اور ان میں خود اعتمادی اور بہادری جیسے جذبات کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

والدین کا سلوک، ان کے منہ سے نکلے ہوئے کلمات اور ان کا آپس میں رشتہ ہی بچے کی شخصیت کو بناتا اور سنوارتا ہے۔ اور پھر اگر والدین کے آپس کے تعلقات خراب ہوں تو یہی بگاڑ کا سبب بھی بنتا ہے۔ اشفاق احمد نے اس کہانی میں نہ صرف والدین کے تعلقات کو درست رکھنے کو موضوع بنایا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اس کے منفی اور دیرپا اثرات کو بچوں کے لیے خطرناک بھی قرار دیا۔ اور والدین کے سامنے یہ نقطہ بھی اٹھایا کہ ان کا آپس کا تعلق اور رشتہ جیسا بھی ہو مگر بچوں کے سامنے زبان اور ہاتھ کو کنٹرول میں رکھیں۔ اپنی محرومیوں کا ازالہ بچوں کے ساتھ ناروا سلوک کر کے نہ کریں اور نہ ہی کوئی اور ایسا رویہ ان کے ساتھ رکھیں کہ عمر بھر کے لیے انہیں کھو دیں۔

" گڈریا۔ اجلے پھول" میں اشفاق احمد کے افسانے "گڈریا" کا آفاقی موضوع انسانی دوستی اور بلا تعصب لوگوں کی مدد کرنا ہے اشفاق احمد کا افسانہ "گڈریا" انسانی عظمت اور ہمدردانہ رویوں کا اظہار ہے۔ اس افسانے کا بنیادی محور کشادہ دلی، روشن خیالی، انسانی دردمندی اور خلوص وعقیدت سے شخصیتوں کی تعمیر ہے۔

داؤجی کے کردار میں سراپا رواداری، ہمدردی، صلح پسندی اور روشن خیالی نظر آتی ہے انہیں فرقہ پرستی، تعصب اور مذہبی گروہ بندی سے نفرت ہے وہ اپنے بیٹے امی چند کی مذہبی بنیاد پر بنائی گئی ایک تنظیم میں دلچسپی پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اس ناراضگی کے پیچھے ایک نیک اور شریف النفس انسان کی آواز ہے جو ایسی سیاسی پارٹیوں، تنظیموں سے اپنے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں۔ جو معاشرے میں امن وسکون کے لئے خطرہ ہوں اور داؤجی کا کردار پوری انسانیت کے لئے ایک المیہ بن کر اُبھرتا ہے کہ کسی کی جانبداری کرنے کے بجائے برابری کرنی چاہیے داؤجی کا کردار آئیڈیلزم کی علامت بن کر اُبھرتا ہے۔

گڈریا اشفاق احمد کا شاہکار افسانہ ہے۔ مذہب، سماج، دوستی، محبت، ایثار کی معراج اس افسانے میں کمال کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ حکمت کی باتیں، اقوال کی صورت ذہن ودل کو روشن کرتی چلی جاتی ہے۔ انسان افسانہ پڑھتے پڑھتے ٹھہر سا جاتا ہے اور ایک ایسے سفر کی جانب گامزن ہو جاتا ہے جہاں معنی کے کئی جہاں اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ جیسے کہ داوجی اپنی بیٹی کو قرۃ کہہ کر پکارتے ہیں اور جب بے بے (ان کی بیوی) اس پر ناراض ہو کر گالیاں دیتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ:-

> " اس پر بے بے کا غصہ چمک اٹھتا، اس کے منہ میں جو آتا، کہتی چلی جاتی، پہلے کوسنے، پھر بد دعائیں اور آخر میں گالیوں پر اتر آتی۔ بی بی روکتی تو داؤجی کہتے "ہوائیں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

چلنے کو ہوتی ہے بیٹا اور گالیاں برسنے کو۔۔۔۔تم انہیں روکو مت،انہیں ٹوکو مت۔"(۱۲)

اس افسانے میں مذہبی اخلاقیات میں تعصب کی کوئی جگہ نہیں کو موضوع بنایا گیا ہے کہ انسان جو اخلاق کی ہر تعریف میں سب سے اعلی منصب پر فائز ہے،وہ محبت کو پا جائے تو اللہ کا ہو جاتا ہے اور خود بخود مذہب کا احترام کرنے لگ جاتا ہے۔جب گولو نے پہلی مرتبہ داؤ کے کہنے پر سورۂ فاتحہ سنائی تو داؤ جی کا احترام قابل دید تھا مثلاً

"جب میں سنانے لگا تو انہوں نے اپنا پائجامہ گھٹنوں سے نیچے کر لیا اور پگڑی کا شملہ چوڑا کر کے کندھوں پر ڈال لیا اور جب میں نے ولا الضالین کہا تو میرے ساتھ ہی انہوں نے بھی آمین کہا"(۱۳)

استاد اور شاگرد کے رشتے میں جہاں داؤ جی اور گولو کے رشتے میں محبت اور محنت نظر آتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر داؤ جی اپنے استاد سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔جس کا اظہار داؤ جی اس طرح کرتے ہیں کہ:

"میں نے بڑے ادب سے پوچھا۔داؤ جی آپ کو اپنے استاد صاحب اس قدر اچھے کیوں لگتے تھے اور آپ ان کا نام لے کر ہاتھ کیوں جوڑتے ہیں
اپنے آپ کو ان کا نوکر کیوں کہتے ہیں؟
داؤ جی نے مسکرا کر کہا"جو طبیلے کے ایک خر کو ایسا بنا دیں کہ لوگ کہیں کہ یہ منشی چنت رام ہے،یہ منشی جی ہیں،وہ مسیحانہ ہو وہ آقا نہ ہو تو پھر کیا ہو۔"(۱۴)

استاد اور شاگرد کی اس محبت میں مذہب اور ذات پات کی تخصیص کہیں نظر نہیں آتی بلکہ ایثار ہی ایثار ہے۔جیسے داؤ جی کے استاد کے ہاں بغیر مذہب کی قید کے فیض کا در سب کے لیے کھلا تھا اسی طرح گولو بھی داؤ جی کے سکھ کو مومن کہہ دینے پر چپ سا ہو جاتا ہے لیکن کچھ کہتا نہیں کہ داؤ جی کو دکھ ہو گا یہ جبر وہی کر سکتا ہے جو دلوں کو جیتنا جانتا ہو اور وہ بھی جن دلوں میں رب بستا ہو۔جس پر گولو اس طرح سوچتا ہے کہ

"اس مومن کے لفظ پر مجھے بہت تکلیف ہوئی میں چپ سا ہو گیا۔چپ محض اس لیے ہوا تھا کہ اگر میں نے منہ کھولا تو یقیناً ایسی بات نکلے گی جس سے داؤ جی کو بڑا دکھ ہو گا۔"(۱۵)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

داؤ جی نے گولو کو اپنی اولاد سے بڑھ کر پیار دیا، بیٹے کی طرح عزیز رکھا۔ گولو کی تمام بد تمیزیوں کو برداشت کیا لیکن اس کو پڑھانے سے نہیں چوکے۔

اشفاق احمد نے "گڈریا" کے مرکزی کردار کے اپنی زبانی، اپنی تمام تر کوتاہیوں کا اعتراف کیا، اپنے آپ کو نیچا دکھا کر اپنے استاد کو سب کی نظر میں اونچا کر دیا۔ ہر عیب خود میں ڈال کر، ہر خوبی اپنے استاد میں ڈال دی۔ مذہبی نقطہ نظر سے، انہیں عالم فاضل، دین دار، محنتی دکھایا ہے اور استاد ہونے کے شعبے کے ساتھ جو اخلاقیات کا درس دیا ہے وہ بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں۔ اس پیشے میں اخلاق کے ہر معیار پر داؤ جی کا کردار پورا اترتا ہے۔ اساتذہ جن کے ہاں فیض در بلا تخصیص مذہب، حسب نسب سب کے لیے کھلا ہے، معاشرتی اعتبار سے نیک و بد، اچھے برے انسانوں کے رویوں کو پیش کیا ہے۔ اشفاق احمد کا یہ افسانہ اردو ادب میں اخلاق کا بہترین نمونہ ہے۔

اشفاق احمد نے "شازیہ کی رخصتی" میں مسئلہ کشمیر کو بیان کیا ہے کہ شازیہ ایک کشمیری لڑکی ہے جس کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ اور اس کے خاوند کو بھی گولی مار دی جاتی ہے اور شازیہ کو بھی موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔ اشفاق احمد نے اس کہانی میں شازیہ کر کردار کے ذریعے کشمیر کی آزادی کے حق میں آواز اٹھائی ہے۔ اور دنیا کے دانشوروں اور ادیبوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ انہیں کشمیر کی آزادی کے لئے کچھ ضرور لکھنا چاہیے۔ جب شازیہ مصنف کے پاس آتی ہے اور کشمیر کی آزادی کے حق میں آواز بلند کرنے کا تقاضا کرتی ہے تو وہ اپنی جان چھڑاتے ہوئے اس کو بھارت جانے کا مشورہ دیتے ہیں اقتباس ملاحظہ ہو:-

> " دیکھو بی بی اگر اپنا کشمیر آزاد کروانا چاہتی ہو تو بھارت کے ادیبوں اور دانشوروں سے بات کرو، ان کے ضمیر کو جگاؤ اور ان کے اخلاقی اقدار کو جھنجھوڑو شاید ان میں کوئی رائٹر تم کو ایسا مل جائے جو تمہارا ساتھ دے۔"(۱۶)

اور مصنف شازیہ کو افسانہ نگار رال لعل سے ملنے کا مشورہ دیتا ہے کہ وہ ایک نرم دل اور ہمدرد انسان ہے وہ ضرور تمھاری مدد کرے گا تو شازیہ جواب میں کہتی ہے کہ وہ ان کی کہانیاں پڑھ کر ان کے پاس گئی تھی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اشفاق احمد لکھتے ہیں کہ:-

> شازیہ نے کہا "میں نے ان کی انسان دوستی اور فضائل آزادی کی کہانیوں کا حوالہ دے کر ان کی منت کی کہ وہ صرف قلم سے ہمارا ساتھ دیں اور اپنی حکومت کو اس کا وعدہ

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)

ماخذ تحقیقی مجلہ

یاد دلائیں لیکن وہ نہ مانے اور کہنے لگے بی بی میں ان جھگڑوں میں نہیں پڑتا میری لائن انسان دوستی ہے۔سیاست نہیں۔"(۱۷)

اسی طرح گوپی چند نارنگ سے بھی شازیہ دو مرتبہ ملاقات کرتی ہے کیونکہ نہ صرف سرکار بلکہ ہر طبقے کے لوگ انہیں بلند مقام دیتے ہیں جب شازیہ نے انہیں کہا کہ وہ کشمیر کی آزادی میں ان کا ساتھ اپنے قلم سے دیں تو انہوں نے کچھ اس طرح جواب دیا کہ:-

"شازیہ میں اس معاملے میں تمہاری، تمہارے گھر والوں کی یا تمہارے کشمیر کی کچھ مدد نہیں کر سکتا۔یہ میری فیلڈ نہیں ہے۔میں گرائمر عروض اور ساختیات کا سٹوڈنٹ ہوں۔اس سلسلے میں اگر تم کچھ چاہو تو میں حاضر ہوں۔اس کے علاوہ اور کسی بات کو میں نہیں مانتا۔"(۱۸)

شازیہ اتنے جواب سننے کے باوجود بھی ہمت نہیں ہارتی اور بنگال کے دانشوروں اور سماج کی خدمت کرنے والے لوگوں کے پاس بھی جاتی ہے جہاں سے اس کو یہ جواب ملتا ہے۔

"شازیہ نے کہا "شام بنیے گل سے بھی ملے تھے، میں اور عمران۔۔۔۔اور سیتہ جیت رے رے سے بھی۔لیکن انہوں نے بھی معذرت کر لی کہ چونکہ وہ نادرن انڈیا کے معاملات کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اس لیے معذور ہیں۔وہ بنگال کی حد تک لوگوں کے دکھ درد اوران کی در گھٹنا سے واقف ہیں، اس سے باہر کچھ نہیں جانتے۔(۱۹)

اشفاق احمد نے ایک ادیب یا فنکار پر گہرا طنز کیا ہے کہ ایک ادیب یا فنکار قید و بند سے آزاد ہوتا ہے اسے بانٹا نہیں جا سکتا۔یا اگر وہ سماج اور معاشرے کے لئے لکھ رہا ہے یا عوام کی فلاح و بہبود کے لئے قلم اٹھاتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ صرف ایک محدود دائرے میں رہ کر لکھے۔اور محدود دائرے میں محنت اور خدمت بانٹے صرف کچھ لوگوں کا دکھ درد محسوس کرے اور باقی کا نہ کریں۔اس کا جواب فلم بنانے والا ڈائریکٹر جو انڈیا سے تعلق رکھتا ہے یوں دیتا ہے۔

"انہوں نے کہا ہم تمہارے کشمیر میں آکر فلم کی شوٹنگ تو کر سکتے ہیں اس شوٹنگ سے تم کو مالی فائدہ تو پہنچا سکتے ہیں لیکن تمھاری آزادی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے کہ یہ ہماری

پالیسی نہیں ہے ہم جمہوریت پسند لوگ ہیں اور کسی کے ذاتی معاملات میں دخل نہیں دیتے۔" (۲۰)

اشفاق احمد انسانی زندگی کی بقاء اور سلامتی کے لئے اپنی تحریروں کے ذریعے مصروف عمل رہے۔ انہوں نے مذہب تصوف، معاشرت، معشیت اور انفرادی اخلاقیات کے کئی قاعدے اور قانون ہمارے سامنے رکھے۔

حوالہ جات

۱-فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو افسانہ اور افسانہ نگاری" کراچی، اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۸۲ ص ۲۷۷

۲۔عطاء الحق قاسمی "داستان سرائے کا داستان گو"، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۷ ص ۳۶

۳۔ طاہر مسعود، ڈاکٹر، "اشفاق احمد حیات سے موت تک" مشمولہ "ماہنامہ ادیبِ لطیف" "اشفاق احمد نمبر"، لاہور، مکتبہ جدید پریس، مئی ۲۰۰۵ ص ۳۷۱

۴۔اشفاق احمد، "سنگدل" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۴۸

۵۔ اشفاق احمد، "فہیم" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۱۷

۶۔اشفاق احمد، "رات بیت رہی ہے" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۲۵

۷۔اشفاق احمد، "بابا" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۱۰۳

۸۔اشفاق احمد، پناہیں" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۱۲۵

۹۔اشفاق احمد، پناہیں" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۱۲۶

۱۰۔اشفاق احمد، پناہیں" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۱۲۷

۱۱-اشفاق احمد، پناہیں" مشمولہ "ایک محبت سو افسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۳ ص ۱۲۸

۱۲-اشفاق احمد، "گڈریا" مشمولہ "گڈریا۔اُجلے پھول" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۱۵

۱۳-احمد، "گڈریا" مشمولہ "گڈریا۔اُجلے پھول" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۱۳

۱۴-اشفاق احمد، "گڈریا" مشمولہ "گڈریا۔اُجلے پھول" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۲۷ ۱۵-اشفاق احمد، "گڈریا" مشمولہ "گڈریا۔اُجلے پھول" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۳۱

۱۶-اشفاق احمد، "شازیہ کی رخصتی" مشمولہ "صبحانے فسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۱۴۵
۱۷-احمد، "شازیہ کی رخصتی" مشمولہ "صبحانے فسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۱۴۵
۱۸-احمد، "شازیہ کی رخصتی" مشمولہ "صبحانے فسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۱۴۶
۱۹-اشفاق احمد، "شازیہ کی رخصتی" مشمولہ "صبحانے فسانے" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۱۲ ص ۱۴۸
۲۰-ایضا